ARE THE VEDAS INSPIRED?

کیا وید الہامی ہیں؟

مصنّفہ

پادری پال کیول سنگھ امرسدھو مرحوم

سابق مشنری اے پی مشن پنجاب



جسکو

کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا

نے بمعرفت

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

شائع کیا

۱۹۲۸
سنہ ء

قیمت ۲ر۶ پائی | Price -/2/6 | بار اوّل (۱۰۰۰)

P. R. B. S. Lahore

کیا وید الہامی ہیں؟

یہ ایک ایسا ضروری اور اہم سوال ہے جس پر غور و خوض کرنا ہر شخص کا فرض ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کا اور اُن کے نئے فرقہ آریہ سماجیوں کا عقیدہ ہے کہ وید الہامی ہیں۔ اور ایک عام اصول یہ ہے کہ ساری چیزوں کو پرکھو۔ بہتر کو اختیار کرو۔ پس اگر وہ سچ مُچ الہامی ہیں تو اُن کو ایسا ہی ماننا لازم ہے۔ اور اگر وہ الہامی ثابت نہ ہوں تو ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کو چاہئے کہ اُن کو ترک کر کے کسی اور کتاب کی تلاش کریں جو واقعی الہامی ہو۔ اور اُن کو مکتی کا رستہ دکھانے کے لئے کافی ہو۔ اس صورت میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہم کس طرح معلوم کریں کہ وہ الہامی ہیں یا نہیں؟ یا بعبارتِ دیگر وہ کون سے دلائل یا شرائط ہیں جن کی بنا پر اس امر کی تحقیقات کی جاسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب صرف دو ہی طریق سے دیا جاسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم خود ایسی شرائط قائم کریں اور ان کے مطابق ویدوں کو پرکھکر دیکھ لیں۔ یا یہ کہ جو دلائل یا شرائط خود آریاؤں نے قائم کی ہیں اُن کا ہی موازنہ کرلیں اور دیکھیں کہ اُنہیں شرائط کی رُو سے وید الہامی ٹھہرتے ہیں یا نہیں۔ ان دونوں طریقوں میں سے فی الحال یہی انسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم الہام کی اُن شرائط کو مدِ نظر رکھکر غور و فکر کریں جو ہمارے آریہ سماجی بھائیوں نے خود مقرر کئے ہیں۔ کیونکہ اگر مدعی اپنے ہی دلائل اور بیان سے خود غلط ثابت ہو جائے تو مقابل میں دوسرے دلائل کے لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس ہم پہلے اُنہیں شرائط کو

ہدیۂ ناظرین کرینگے۔ پھر ہم اُن میں سے ہر ایک دلیل کا موازنہ کرینگے اور دیکھینگے کہ وہ دلیل ویدوں کو الہامی ثابت کرتی ہے یا نہیں۔ پس وہ شرائط حسب ذیل مندرج ہوتے ہیں۔

(۱) الہام کا ابتدائے عالم میں ہونا لازم ہے (۲) الہام وہ علم ہے جو ایشور کی جانب سے کسی انسان کے دل میں آئے اور جس علم کو اُس نے کسی دوسرے انسان سے نہ پایا ہو اور نہ کسی کتاب کے مطالعہ وغیرہ سے حاصل کیا ہو (۳) ایشور کا اصل سچا الہام وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی بات ایشور کے قائم کئے ہوئے قانونِ قدرت کے خلاف نہ ہو۔ اور اُس میں اُن طبعی علوم کا بیان ہو جو انسان اپنی محدود طاقت اور ذہن و عقل سے تعلیم پانے کے بغیر خود حاصل نہ کر سکتا ہو (۴) کتاب الہامی میں کسی خاص شخص کا بیان یعنی کوئی قصہ کہانی نہ ہونی چاہیئے (۵) الہام میں وہ باتیں ہونی چاہئیں جن سے سب کی اعلیٰ بہبودی مقصود ہو اور جو انسان کے لئے نہایت ضروری ہوں۔ وہ کسی خاص گروہ یا شخص کی طرفداری اور رعایت یا حمایت سے پاک اور سب کے لئے یکساں اور پُر انصاف ہونی چاہئے (۶) اُس کی سب باتیں دوامی یعنی سب زمانوں میں یکساں اثر رکھنے والی اور کبھی منسوخ رد یا بے اثر نہ ہونے والی ہونی چاہئیں (۷) اُس کی صنعت اور الفاظ و معانی کی بندش ایسی ہونی چاہئے جو شانِ ایزدی کے شایاں ہو اور انسان کی تصنیف سے تمیز ہو سکے (۸) وہ بنفسہٖ مکمل ہو۔ اور تکمیل کے لئے محتاج بالغیر نہ ہو۔ بلکہ اور سب اپنی صداقت اور تکمیل کے لئے اُس کی محتاج ہوں۔ (رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کے اُردو ترجمہ پر بابو نہال سنگھ صاحب مترجم کا دیباچہ)۔

یہ وہ آٹھ دلائل یا شرائط ہیں جن کی بنا پر چاروں ویدوں کو الہامی مانا جاتا ہے اور دیگر مذاہب کی کتب کو غیر الہامی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ آیا الہام کی یہ شرائط درست ہیں یا نہیں امرِ دیگر ہے جس پر بھی خوض کرنا لازمی امر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی صحت یا درستی کی تحقیقات یا تنقید سے مضمون بہت طویل ہو جاتا ہے جس کی اس مختصر

ٹریکٹ میں گنجائش نہیں اس لئے اِس بحث سے قطع نظر کرکے انہیں مقررہ شرائط کی بنا پر ویدوں کے الہامی ہونے کے مضمون کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین پر ظاہر کر دیتے ہیں کہ اِس معیار پر بھی وید پُورے نہیں اُترتے۔

شرطِ اوّل یہ ہے کہ "الہام کا ابتدائے عالم میں ہونا لازم ہے"۔ اس شرط کے متعلق کوئی اندرونی یا بیرونی شہادت تو نہیں ملتی جس سے بہ وثوق معلوم ہو جائے کہ ویدوں کا الہام ابتدائے عالم میں ہؤا تھا۔ بلکہ خود ویدوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں اُن کے منتر تصنیف ہوئے اُس وقت ہندوستان تمدن اور معاشرت کے راہ پر دُور تک پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ یجروید سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تہذیب بہت بلند ہو چکی تھی۔ مثلاً اُس وقت راجہ اور چکرورتی راجہ اور مہاراجہ موجود تھے۔ اور اُن کے قیام اور استحکام کے لئے پرمیشور سے دُعا کی جاتی تھی۔ چنانچہ عالموں کا ذکر کرتے ہوئے ایشور سے یہ پرارتھنا کی گئی ہے۔ کہ وہ "اُن چیزوں کو اور اُن کے علاوہ علم۔ سونا۔ اور چکرورتی راجیہ وغیرہ دھنوں کو ہمیشہ قائم کرے" (یجروید ادھیائے ۲ منتر ۱) چند مخصوص گنوں والے اجسام کا ذکر کرکے پرمیشور سے یہ آرزو کی جاتی ہے کہ "ایسے اجسام کے ساتھ ہم اعلیٰ علم اور چکرورتی راجیہ وغیرہ دھنوں کو حاصل کریں (یجروید ۲: ۲۴) راجے ودوان اور راج نیتی (یعنی علم سیاست) کے ماہر ہوتے تھے (یجروید ۶: ۲)۔ بڑی طاقتور اور تیز رفتار فوجیں رکھتے تھے۔ دھنش دیگر ہتھیار اور زرہ بکتر وغیرہ استعمال ہؤا کرتی تھیں۔ جنگ کے متفرق طریقے فوج کو باقاعدہ سکھائے اور بارعب بنانے کے لئے بہت سی ترکیبیں کام میں لائی جاتی تھیں اور میدان کارزار خوب گرم ہؤا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک منتر میں منتر کا مصنف کہتا ہے "میں اُس میدان جنگ کو جو نہایت ہی وسیع اور دُشمنوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔ جس میں گھمن ڈالنے والے قنفس اور سچائی

کی مخالفت کرنے والے انسان اچھی طرح سزا کو پاتے ہیں۔ اور جس میں تعلیم کے راستے میں رُکاوٹ ڈالنے والے انسان زنجیروں سے جکڑے جا کر اچھی طرح ڈنڈ کو بھگتتے ہیں۔ اُس ہنگامہ خیز میدانِ جنگ کو اناج وغیرہ اشیاء سے طاقتور کی گئی فوج جنگ کے طریقوں سے اچھی طرح پاک کرتا ہوں۔ اور میں دُشمنوں کو ہلاک کرنے والی عظیم انسان فوج کو جس کے ذریعہ کہ دوسروں کو سُکھ ملتا دیکھکر دُکھی ہونے والے انسانوں اور اُسی قسم کے بدسگال دیگر انسانوں۔ اور جُوا کھیلنے والے اور غیر عورتوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے اور دوسروں کو سب طرح سے دُکھ دینے والے انسانوں کا اچھی طرح انسداد کیا جاتا ہے۔ میں ایسی طاقتور تیز رفتار فوج کو بہت سی ترکیبوں سے بارعب بنانے کے لئے اچھی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات سے مزین کرتا ہوں" وغیرہ (یجروید ادھیائے ۱ منتر ۲۹) ایک جگہ ماہرِ فنِ جنگجو سپہ سالار (سیناپتی) سے یُوں مخاطب کیا گیا ہے۔ "اے دشمنوں کو رُلانے والے۔ جنگ میں ماہر سیناپتی وِدوان! تُو میدانِ جنگ کے لئے اپنے دھنش کو پھیلانے والا۔ ہتھیاروں کے ذریعہ اپنے دُشمنوں کی طاقت کو پیش کر اپنی رکھشا کرنے والا۔ زرہ بکتر لگانے والا۔ سب سُکھوں کو دینے والا ہے۔ اے بہادر سیناپتی! مُنج گھاس وغیرہ سے ڈھنپے ہوئے پہاڑوں کے دوسری طرف کے مُلک میں دُشمنوں کو فتح کر۔ تو اپنی حفاظت کرنے والی شکتی سے ہم لوگوں کی سدا ہی رکھشا کر۔ اور ہم کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے کر سدا ہی ہمارا مددگار کر" (یجروید ۳ : ۶۱) ایک مقام پر راجہ کو یہ نصیحت دی جاتی ہے کہ "اے سُکھ کے دینے والے اور دھرم مارگ پر چلنے والے راجہ! تُو نے جو اس طرح راج اور پُورن وِدیا کو حاصل کیا ہے۔ تُو وِدوانوں کی سنگت رہ۔ اور میں بھی رہوں۔ جیسے کہ میں اس طرح گیانیوں اور دھیانیوں کی سنگت میں بیٹھکر جاہ و جلال اور قوت کو حاصل کر کے۔ دُکھ دینے والے دُشمنوں کی قید سے دُور رہوں ویسے ہی تُو بھی آزاد رہ" (یجروید ۵ : ۳۹) ۔ کیا

جب یہ منتر بنا تھا اُس وقت "ابتدائے عالم" تھا؟ پس ظاہر ہے کہ جب یجروید کے منتر بنے تھے اُس وقت سیاسی حالت عنقریب ایسی ہی تھی جیسی آج ہے۔ اُمورِ سلطنت اور سلطنت کی حالت بہت ترقی یافتہ تھی۔ پس الہام کی یہ شرط ویدوں پر نہیں گھٹتی۔ اُسی طرح جس وقت وید منتر بنائے گئے اُس وقت اُستادی شاگردی (یجروید ۴ : ۲۴)۔ برہمچریہ۔ وان پرست۔ گرہست۔ تینوں آشرم (یجروید ۳ : ۶۲) بھی جاری تھے۔ سنیاسی (یجروید ۳ : ۱) اور یوگی بھی ہُوا کرتے تھے (ایضاً ۳ : ۴۵) برہمچریہ کی تین میعادیں ہُوا کرتی تھیں یعنی چوبیس یا چوالیس یا اڑتالیس سال (ایضاً ۴ : ۲۱)۔ شاگرد بنانے سے پہلے خاص تربیت دی جاتی تھی۔ چنانچہ مسطور ہے۔ "ہے راجن! جیسے پڑھانے والا اپنے شاگردوں کو اور پتا اپنے پُتروں کو اُن کے پڑھانا شروع کرنے سے پہلے ہی اچھی ترتیب سے اُنہیں سوشیل۔ جتندری۔ اور دھار مکتا یکت کرتا ہے۔ ویسے تو ہم سب کے لئے ہے" (یجروید ۶ : ۲) شاگرد کو اُستاد اپنی شاگردی میں ان الفاظ سے قبول کرتا ہے۔ "ہے شِشّ! میں مکمل جاہ و جلال والے۔ وید وِدیا کا پرکاش کرنے والے پرمیشور کے پیدا کئے ہوئے اس جگت میں سُورج اور چاند کے گنوں سے اور پرتھوی کے ہاتھوں کی مانند دھارن اور آکرشن گنوں سے تجھے سوئیکار کرتا ہوں۔ اگنی اور سوم کے تیج اور شانتی گنوں سے پریتی کرتے ہوئے تجھ کو جو برہمچریہ دھرم کے انوکول جل اور اوشدھی ہیں۔ اُن جل اور اوشدھی وغیرہ پدارتھوں سے بھلی پرکار نیکت کرتا ہوں۔ تجھے میرے نزدیک رہنے کے لئے تیری ماتا آگیا دے۔ تیرا پتا آگیا دے۔ تیرا سگا بھائی آگیا دے۔ تیرے متر آگیا دیں۔ اور تیرے سہ واسی آگیا دیں۔ اگنی اور سوم کے تیج اور شانتی گنوں میں پریتی کرتے ہوئے تجھکو اُن ہی گنوں سے برہمچریہ کے نیم پالنے کے لئے ویکشت کرتا ہوں" (یجروید ۶ : ۹) اور اُس کو اپنے گھر سے رخصت کرتے ہوئے یُوں آشیرباد دیتا ہے کہ "ہے شِشّ! تُو جل وغیرہ پدارتھوں کی رکھشا کرنے والا ہے۔

سندنا! ہی جیو تیرے یگیہ سے شُدھ ہوئے دِویہ سُکھ دینے والے جلوں کو اور دھرم یُکت دیو یاروں سے پراپت ہوئے پدارتھوں کو وِدوانوں کے بھوگنے کی مانند اچھی طرح سے بھوگیں۔ میرے آشیرباد سے تیرے سر وغیرہ اعضاء یگیہ کرنے والوں کے ساتھ بھلی پکار رنیکت ہوں اور تیرا پران پوتر وایو کے ساتھ بھلی پکار آئے جائے۔ اور تُو وِدیا پرچار رُوپی کا پالن کرنے والا بنے" (یجروید ۶: ۱۰) جس وقت اور جہاں یجروید کے منتر رچے گئے تھے اُس وقت اور وہاں کی رعایا" وِدوانوں سے سمبندھ رکھنے والی دِویہ گن سمپن" تھی" "دولتمند ہو کر سُکھی" تھی راجہ "رعایا کے پدارتھوں کو بھوگتا" تھا اور رعایا راجہ کے پدارتھوں کو بھوگتی تھی" (یجروید ۶: ۷)۔ الغرض اُس وقت اور اُس مُلک میں جہاں اور جب یجروید کے منتر بنے تھے تہذیب اپنے اُس وقت اور ملک کے حسب حال پُورے عروج پر تھی۔ ہر قسم کے علوم و فنون مثلاً دھنر وِدیا (علم تیر اندازی)۔ چکتسا وِدیا (علم طب) راج نیتی (علم سلطنت) جیوتش (علم ہئیت) ہر قسم کی صنعت و حرفت۔ علم فلزات اور کان کنی وغیرہ خوب مروّج تھے۔ سو سو برس اور اُس سے زیادہ کی عمریں ہوتی تھیں شادی بیاہ عام تھی کیونکہ ستیارتھ پرکاش کے بیان کے مطابق ابتدائی سرشٹی ایمتھنی تھی یعنی مباشرت سے پیدائش نہیں ہُوا کرتی تھی۔ چنانچہ مسطور ہے "ابتدائی سرشٹی میتھنی نہیں ہوتی" (صفحہ ۲۵۲)۔ "ایشوری سرشٹی" اس پر مترجم کا نوٹ "ابتدائی مخلوقات جو ماں باپ کے اتصال کے بغیر پیدا ہوتی ہے ایشوری سرشٹی کہلاتی ہے" (صفحہ ۲۵۳) بیٹا بیٹی نوکر چاکر مال و متاع سب کچھ میسر تھا۔ اسی طرح رگ وید کے زمانہ میں بھی اُس وقت کی آریہ دُنیا علوم و فنون۔ مال و دولت۔ راج پاٹ وغیرہ سے مالا مال تھی میتھن (مباشرت) سے پیدا ہوتی تھی۔ ہر قسم کی سوسائٹی موجود تھی۔ بڑے بڑے دینی اور دُنیاوی دستورات مروّج تھے۔ لین دین بنج بیوپار ہوتا تھا۔ میدان کارزار گرم تھا۔ رشی مُنی اکثر تھے۔ غرضکہ اُس وقت کی بھی آریہ دُنیا تہذیب کے

ہر صیغہ میں ترقی یافتہ تھی۔ رگ وید سے بھی ان اُمور کے ثبوت کے لئے بہت سے مقامات اقتباس کئے جاسکتے ہیں مگر مضمون کی خصوصیت اور صفحات کی قلت ایسا کرنے کی مانع ہے۔ ان کُل اور دیگر غیر مذکورہ بیانات سے ظاہر ہے کہ الہام کی پہلی شرط کہ "الہام کا ابتدائے عالم میں ہونا لازم ہے"۔ ویدوں کے حق میں پُوری نہیں ہوتی اس لئے وید الہامی کتاب نہیں ہیں۔ یعنی جب وید منتر بنے تو اُس وقت "ابتدائے عالم" نہ تھا بلکہ عروج عالم تھا۔ بائبل نے اس شرط کو بھی پُورا کیا۔ اور اس شرط میں جو نقص تھا وہ رفع کر دیا کیونکہ بائبل کا الہام ابتدائے عالم سے شروع ہُوا اور نئے عہد نامے میں تکمیل کو پہنچا چنانچہ عبرانیوں ۱-۱ و ۲ میں لکھا ہے " اگلے زمانے میں خدا نے باپ دادوں سے حصہ بحصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کرکے اس زمانے کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ الہام ابتدائے عالم میں شروع ہُوا اور بتدریج حسب ضرورت انسان زمانہ بہ زمانہ ہوتا چلا گیا۔ اور ایک طرح سے اُس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہُوا۔ کیونکہ روح کے الہام کے ذریعہ ہی انسان کے دل کے خیال پاک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مقدس پطرس نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا" ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دُنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں" (اعمال ۳-۲۱)۔

شرطِ دوم" الہام وہ علم ہے جو ایشور کی طرف سے کسی انسان کے دل میں آئے اور جس علم کو اُس نے کسی دوسرے انسان سے نہ پایا ہو اور نہ کسی کتاب کے مطالعہ وغیرہ سے حاصل کیا ہو" ظاہر ہے کہ الہام کی اس شرط میں الہام کی تعریف کی گئی اور اُس کی شرائط بیان کی گئی ہیں یعنی کہ وہ ایشور کی طرف ہی سے انسان کے دل میں آئے۔ کتاب وغیرہ سے یا مشاہدات اور تجربات سے حاصل کیا ہوا نہ ہو۔ لیکن

اُوپر کے حوالجات اور دیگر مقامات سے اظہر ہے کہ وید منتر اور ان کے مفہومات اور مطالب اِنسانی مشاہدات اور تجربات کے نتائج ہیں۔ کیونکہ جن باتوں کا شرط اول کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے وہ اُن کے روزمرہ کے برتاؤ۔ حالات۔ آسمان و زمین اور اُن کے اندر کی موجودات۔ اور اُن کی ہر قسم کی ضروریات سے مستنبط ہوئے ہیں۔ سورج اور چاند۔ بادل اور بجلی۔ اناج اور اوشدھیوں۔ جڑی بوٹیوں وغیرہ کا مشاہدہ۔ سوشیل حالات جن کا اُن میں ذکر ہوا ہے (جو مشتے نمونہ از خروارے پہلی شرط کے موازنہ میں ہو چکا ہے) رُوحانی احساسات۔ اور اخلاقی ادراکات۔ سب روزمرہ کے مشاہدات تجربات حالات اور ضروریات کے نتیجے ہیں۔ اُن کے لئے مثالیں بھی اُنہیں اشیاء و افعال اور حالات سے دی گئی ہیں۔ ایشور سے دُعائیں مانگی گئی ہیں وہ سب اُن کی ضرورتوں کے نتائج ہیں۔ مثال کے لئے ہم یہاں چند ایک کو درج کر دیتے ہیں۔ مثلاً "جیسے کوئی اِنسان سُکھ کے لئے محنت سے حاصل کئے ہوئے پدارتھوں کی حفاظت کر کے سُکھ حاصل کرتا ہے وَیسے ہی یہ یگیہ بسنت کے موسم کی مانند اچھی طرح ظہور پاتا ہے" (یجروید ادھیائے ۱ منتر ۵) الفاظ جیسے اور وَیسے اور مانند مشاہدہ اور تجربہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پہلا فقرہ مشبہ بہ ہے دوسرا مشبہ اور یہ دونوں حسی ہیں۔ اور غرض موسم بسنت کا ظہور پانا ہے۔ ایک جگہ جانوروں کے مشاہدہ سے مثال دے کر یگیہ کرنے کا بیان یُوں کیا گیا ہے۔ "جیسے جانور اپنے گھونسلوں کو بناتے اور اُن کو پراپت ہوتے ہیں ویسے ہی چھندوں سے پُوجا کرنے والے ہم لوگ اِس یگیہ کا انوشٹھان کرتے ہیں" (یجروید ۲: ۱۶) یگیہ کا انوشٹھان کرنے کا طریق کے استنباط جانوروں کے افعال سے کیا ہے اور اُس کے لئے پرارتھنا کی گئی ہے۔ پھر ایک وید منتر میں دوسروں کے سُکھ کی تحصیل کے لئے مشق کرنے کی یُوں تعلیم دی گئی ہے۔ "اَے اِنسانو! جیسے وِدیا اور صنعت و حرفت کی تحصیل کی خواہش کرنے والے اور اناج اور گیان کی تحصیل کے باعث

اور اپنی بہادروں کی رکھشا کرنے والے۔ روشنی سے معمور اور نواس کے لائق زمین اور دھرم کے بوجھ کو اُٹھانے والے سورج اور ہوا کو حاصل کرتے اور استعمال میں لاتے اور دھارمک یجمان کے گھر سے مراجعت کرتے ہیں وَیسے ہی تم بھی اُن کو سُکھ کی تحصیل کے لئے سِدھ کرو" (یجروید ۴: ۳۳) یہ روزمرہ کے مشاہدات اور تجربات نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور کیا انہیں باتوں کے بیان سے تمثیل نہیں دی گئی؟ اِن منتروں کے کن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ منتر اور اُن کے مفہومات براہِ راست "ایشور کی طرف سے کسی اِنسان کے دل میں" آئے کسی کتاب کے مطالعہ وغیرہ سے حاصل کیا ہُوا" نہیں ہے۔ "کتاب کے مطالعہ" سے نہ سہی "وغیرہ" ہی سے سہی کیونکہ "وغیرہ" میں کتاب کے سوا مشاہدات تجربات ذاتی احساسات اور ضروریات سب کچھ شامل ہے۔ اِس وید منتر کا بنانے والا اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے مثال دیتا ہے اور اپنے ہم جنس اِنسانوں کو کہتا ہے کہ "وَیسے ہی تم بھی اُن کو سُکھ کی تحصیل کے لئے سِدھ کرو۔" ایک آدمی راجہ لوگوں سے یُوں خطاب کرتا ہے۔ "اَے چوبیس برس تک وِدیا پڑھنے والے وِدوان راجہ لوگو! جس طرح آپ تیرہ اَکھشروں کے اَسُری اُنوشٹپ چھند سے دس پران۔ جیو۔ تنتو۔ اور کارن رُوپ پرکرتی کے تعریف کے لائق پدارتھوں کے مجموعہ کو آتمنا سے جانو۔ وَیسے مَیں بھی جانوں۔ اَے چالیس برس تک برہمچریہ دھارن کر کے وِدیا پڑھنے والے وِدوانو! جس طرح آپ چودہ اکھشروں کے اُوشنک چھند سے دس اندریاں۔ من۔ بُدھی۔ چت۔ اہنکار رُوپ تعریف کے پدارتھ وِدیا کو جانو۔ وَیسے مَیں بھی جانوں۔" الیٰ آخرہ (یجروید ادھیائے ۹ منتر ۳۴) اِس منتر میں ایک شخص دوسرے شخصوں سے مخاطب ہو کر آرزو کرتا ہے کہ جس طرح تم وِدیا وغیرہ کو جانتے ہو اُسی طرح مَیں بھی جانوں۔ ایشور کا تو یہاں نام تک بھی پایا نہیں جاتا۔ یہاں اِس امر کا کنایہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ منتر ایشور کی طرف سے اُس شخص کے دل میں آیا تھا۔ اُس نے

اِس منتر کا علم کسی اَور اِنسان سے نہیں پایا تھا۔ یا کتاب وغیرہ کے مطالعہ سے حاصل نہیں کیا تھا۔ برعکس اِس کے وہ راجاؤں اور وِدوانوں کی طرح خود بھی بننے کی آرزو کرتا ہے۔ اپنی کمی اور راجاؤں وغیرہ کی زیادتی کا گیان اُس کو راجاؤں وغیرہ کے ساتھ اپنا مقابلہ کرنے سے اور اپنے ذاتی احساس اور تجربہ سے آیا۔ متکلم نہ ایشور کی طرف سے بول رہا ہے بلکہ یہ پریرنا یا تحریک مشاہدہ سے اُس کے اندر پیدا ہوئی۔ اِسی طرح ۳۸ و ۳۹ ویں منتروں میں بھی کوئی شخص یا خود منتر کار راجہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کے لئے مَیں "آپ کو گرہن کرتا ہوں۔ جس طرح تُو نے دُشٹ کو مارا ہے وَیسے ہی ہم بھی دُشٹوں کو ماریں جیسے وہ دُشٹ نشٹ ہو جائے وَیسے ہم بھی سب کو نشٹ کریں" وغیرہ۔ اور منتر ۴۰ ویں میں وِدوان لوگوں سے ایک رِشی یُوں مخاطب ہوتا ہے "اَے وِدوان لوگو! پرجا میں چاند کی مانند پیارا یہ تمہارا اور ہمارا راجہ ہے۔ وہ نیک پتا اور دھرم آتما ماتا کا پُتر ہے۔ تم پرجا کی رکھشا کے لئے اُسی پُرش کو جو کہ ہمہ صفت موصوف ہے۔ اور جو دھارمک انسانوں پر راجیہ کرنے کے لائق ہے۔ دولت اور ثروت کی تحصیل کے لئے اپنا راجہ بناؤ۔ اور اُس کے دُشمنوں کو اُس سے دُور کرو۔" کہنے والا یہاں ایشور نہیں بلکہ کوئی آدمی ہے اور وہ راجہ کو کہتا ہے۔ شاید راجہ کے ابھشیک یعنی "تاجپوشی کی رسم کے وقت۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مَیں "آپ کو گرہن کرتا ہوں" یعنی اپنا راجہ قبول کرتا ہوں۔ غالباً یہ رعایا کا نمائندہ ہو کر ایسا کرتا اور کہتا ہے اِسی طرح بعد کا منتر بھی ہے جس میں وہ وِدوانوں سے مخاطب ہوتا اور راجہ کو سُورج چاند کی مانند پیارا بتا کر کہتا ہے کہ "یہ تمہارا اور ہمارا سب کا راجہ ہے" وہ "نیک پتا اور دھرماتما ماتا کا پُتر ہے" وغیرہ۔ ضرورت کے احساس نے اور طبعی واقعات نے رِشی کے من میں یہ منتر پیدا کیا۔ اِس کا یہاں کچھ بھی ثبوت نہیں کہ یہ "الہام" یا "علم" اِس رِشی کے دِل میں" ایشور کی طرف سے" آیا تھا۔ کیا یہاں ایشور کہہ سکتا ہے کہ "مَیں

آپ کو گرہن کرتا ہوں" یا "یہ تمہارا اور ہمارا سب کا راجہ ہے" وغیرہ۔ اِس امر کا کیا ثبوت ہے کہ ایشور آدمیوں کو کہتا ہے کہ تم یُوں یُوں بولو؟

پھر اگر ہم اِسی بات پر اڑے رہیں کہ "الہام وہ علم ہے جو ایشور کی طرف سے کسی آدمی کے دل میں آئے اور جس علم کو اُس نے کسی دوسرے اِنسان سے نہ پایا ہو اور نہ کسی کتاب کے مطالعہ وغیرہ سے حاصل کیا ہو" تو اِس بات کا ثبوت کیا ہے کہ وید رِشیوں کے دل میں ایشور کی طرف سے آئے؟ جب تک اِس امر کا کوئی تاریخی ثبوت یا کسی اَور قسم کا نشان نہ ہو تب تک وہ قابلِ پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہہ دینا کہ "برہما وغیرہ نے بھی ویدوں کو پڑھا اور سُنا۔ چنانچہ شوتیا شوترا پنشد وغیرہ میں ایسے حوالے ملتے ہیں کہ "جس نے برہما کو پیدا کیا اور جس نے دُنیا کے شروع میں برہما کو (اگنی وغیرہ رشیوں کے ذریعہ سے) ویدوں کی تعلیم دی (شوتیا شوترا پنشد ادھیائے ۶ منتر ۱۸)" (بھومکا صفحہ ۱۲ و ۱۳) اور یہ کہہ دینا کہ "اُس یگیہ یعنی ہست مطلق۔ عین علم و عین راحت وغیرہ صفات سے موصوف۔ محیط کُل پرمیشور سے جو سروہت (سب کا پُوج یا معبُود) اور پربرہم ہے رگ وید۔ یجر وید۔ سام وید۔ اتھر وید۔ چاروں ظاہر ہوئے۔ (یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۷)" (بھومکا صفحہ ۶) کوئی "تاریخی وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ دعوےٰ ہے نہ کہ ثبوت۔ اور اِسی دعوےٰ کو آج دُہرایا جاتا ہے اور اُسی کو دعوےٰ اور ثبوت ہر دو بنایا گیا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے؟ جو دعوےٰ وہی دعوےٰ کی دلیل۔ یہ تو سدھانت ہے نہ کہ پرمان۔ اور یہ کہنا کہ "وید سوتہ پرمان مُستند بالذات ہیں تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ امر خود متنازعہ فیہ ہے۔ سب کا مسلمہ نہیں۔ کیا آریاؤں کے لئے وید سوتہ پرمان ہیں تو غیر مذاہب والوں کے لئے اُن کی اپنی اپنی کتابیں سوتہ پرمان کیوں نہیں ہو سکتیں؟ یہ بھی قابلِ یاد امر ہے کہ اُوپر کا حوالہ اپنشدوں میں سے ہے جو وید نہیں۔ الفاظ "اگنی وغیرہ" جو خطوط وحداتی میں ہیں وہ مترجم کا الحاق ہے۔

اصل میں نہیں لہٰذا لغو ہے۔ نیز اُوپر کے حوالے میں لکھا ہے کہ " برہما وغیرہ نے بھی ویدوں کو پڑھا اور سُنا" تو ظاہر ہے کہ وہ " ایشور کی طرف سے" اُس کے دل میں نہیں آئے۔ پھر شرط یہ ہے کہ " الہام وہ علم ہے" جو " کسی انسان کے دل میں آئے" یعنی ایشور کی طرف سے حالانکہ " برہما نے پڑھا اور سُنا" اس لئے وہ کتاب کے مطالعہ وغیرہ سے برہما کو حاصل ہوئے۔ پس ظاہر ہے کہ اِس دوسری شرط کے مطابق بھی وید الہامی کتابیں نہیں ٹھہرتیں۔

پھر ویدوں میں منتروں کا ذکر رشی لوگ اِس طرح پر کرتے ہیں:۔ " اے آشونیو! ہمارے بزرگوں نے آپ کے یہ قدیم کام ہم پر ظاہر کئے ہیں جو بہادر اشخاص ہیں۔ ہم آپ کے لئے اے فیاض دیوتاؤ! ایک منتر بنائیں (رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۱۷ رچہ ۲۵)" " اے اندر کوشیکا نے سُورگ کی تلاش میں تیرے لئے ایک منتر بنایا" (رگوید ۳: ۳۰-۲۰) " جیسے بھرگو نے اندر کے لئے رتھ بنائی ویسے ہم نے اس اندر کے لئے ایک دُعا بنائی ہے جو پیدا کنندہ اور طاقتور ہے" (رگوید ۴: ۱۶-۲۰) ایک مقبول اور معزز منتر برہماوکت نے جو دُعاؤں کا بنانے والا ہے اِندر کے واسطے گایا" (رگوید ۱۰: ۵۴-۶) " اِس مقدس رسم کے ذریعہ سے میرے دل سے دُعا نکل کر تیری طرف جاتی ہے" (رگ وید ۸: ۱۳-۲۶) ان منتروں سے صاف ظاہر ہے کہ ویدک منتروں کا الہام یا علم ایشور کی طرف سے رشیوں کے من میں ڈالے ہوئے نہیں ہیں بلکہ حسب ضرورت دِلی جوش سے زبان سے نکلے ہوئے اور اُن کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ اُن کے اپنے من کی کاریگریاں ہیں جیسے اندر کی رتھ بھرگو کے ہاتھوں کی کاریگری ہے۔ اور جو کارنامے دیوتاؤں کے اُن میں درج ہیں وہ منترکاروں کے بزرگوں نے اُن پر ظاہر کئے ہیں نہ کہ اُن کے دلوں میں " ایشور کی طرف سے" آئے ہوئے۔ ان منتروں میں کوشیکا۔ بھرگو۔ برہماوکت خاص اشخاص کے نام آئے ہیں جو چوتھی شرط کے خلاف ہیں۔ یہ نام اور " آپ کے بزرگوں نے" وغیرہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ یہ اِتہاس اور پُران میں (تفصیل کے لئے دیکھو ویدوں پر پنڈت دیانندجی کا فیصلہ)۔

یہ شرط دوم بھی بائبل پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے " نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی رُوح القدس کی تحریک کے سبب خدا کی طرف سے بولتے تھے" (۲ پطرس ۱-۲۱)۔ اِسی طرح پُولس رسول نے ذکر فرمایا " جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں۔ لیکن ہم پر خدا نے اُن کو رُوح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ کیونکہ رُوح ساری باتیں بلکہ خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے" (۱ کرنتھی ۲-۹ و ۱۰)۔

مسیحی مکاشفہ کے متعلق خود خداوند یسوع نے یہ فرمایا تھا جب پطرس رسول نے خداوند کے جواب میں یہ کہا کہ " تُو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے تو اُس نے جواب میں اُس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بریونا۔ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے" (متی ۱۶-۱۶ و ۱۷)۔ ایک دوسرے موقعہ پر اُس نے اِس خیال کو یُوں ظاہر کیا " اُسی گھڑی وہ رُوح القدس سے خوشی میں بھر گیا اور کہا۔ اَے باپ آسمان و زمین کے خداوند۔ مَیں تیری حمد کرتا ہوں کہ تُو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ ہاں اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا" (لوقا ۱۰-۲۱)۔

شرط سوم۔ " ایشور کا اصلی سچا الہام وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی بات ایشور کے قائم کئے ہوئے قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو اور اُس میں اُن طبعی اور روحانی علوم کا بیان ہو جو انسان اپنی محدود طاقت اور ذہن و عقل سے تعلیم پانے کے بغیر خود حاصل نہ کر سکتا ہو"۔ اِس شرط میں " ایشور کے اصلی اور سچے الہام کی یہ نشانیاں بتائی ہیں۔ اوّل کہ اُس میں کوئی بات ایشور کے قائم کئے ہوئے قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو۔ دوم کہ اُس میں " اُن طبعی اور رُوحانی علوم کا بیان ہو جو انسان اپنی

محدود طاقت اور ذہن وعقل سے تعلیم پانے کے بغیر خود حاصل نہ کر سکتا ہو۔" عبارت تحت الخط ذرا قابلِ غور ہے کیونکہ یہ عبارت مُبہم سی معلوم دیتی ہے۔ اِس کو صاف کہنے اور اچھی طرح سمجھنے کے لئے اِس طرح پڑھنا اچھا ہوگا۔ جو انسان تعلیم پانے کے بغیر اپنی محدود طاقت اور ذہن وعقل سے خود حاصل نہ کر سکتا ہو۔ یہ منفی صورت ہے مثبت صورت اِس عبارت کی یُوں ہوگی جو انسان تعلیم پاکر اپنی محدود طاقت اور ذہن و عقل سے خود حاصل کر سکتا ہو۔ یعنی اگر تعلیم پائے تو محدود طاقت والا انسان اُن علوم کو اپنی محدود طاقت اور ذہن وعقل سے حاصل کر سکتا ہو۔ یعنی وہ علوم محدود طاقت سے بذریعہ تعلیم انسان حاصل کر سکتا ہو۔ جیسے دیگر علوم کو انسان تعلیم پاکر اپنی محدود طاقت سے بذریعہ عقل و ذہن حاصل کر لیتے ہیں۔ یعنی اُن علوم کا سمجھنا سریع العقل اور آسان ہو۔ انسانی حیطۂ امکان سے بالاتر نہ ہو۔ اِسی طرح پہلی نشانی بھی یُوں سمجھنی چاہئے کہ کوئی بات اُس میں خدا کے قائم کئے ہوئے معمولی اور معلومہ قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو یا اُن سے بالاتر نہ ہو۔ الغرض الشیور کے اصلی اور سچے الہام کی آریائی تعریف مذکورہ بالا ایسی ادنیٰ پایہ کی اور معمولی انسانی علم کے برابر ہے جو الہام الٰہی کو اپنے عظیم الشان اور بُلند پایہ سے بہت نیچے گرا کر انسانی علوم کی سطح پر لے آتی ہے۔

مگر باوجود اِس کے بھی وید اِس شرط سے الہامی نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ اُن میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو قوانین قدرت سے خلاف ہیں۔ چنانچہ پنڈت دیانند جی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سمت ۱۹۵۴ بکرمی کے صفحہ ۲۸۴ پر ویدک سدھانت کا از رُوئے یجر وید یُوں مذکور کرتے ہیں کہ سرشٹی کی آدی میں مرد و زن بلا ماں باپ کے یکلخت اور نوجوانی کی حالت میں پیدا ہوتے تھے۔ پھر ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سنہ ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۲۵۲ پر یہ سدھانت مسطور ہے کہ "ابتدائی پیدائش میتھنی نہیں ہوتی"۔ فقرہ "الشیوری سرشٹی" پر مترجم ستیارتھ پرکاش کا یہ نوٹ ہے۔ "ابتدائی مخلوقات جو ماں باپ کے اتصال کے بغیر پیدا ہوتی ہے

الشیوری سرشٹی کہلاتی ہے" (ایضاً صفحہ ۲۵۳) لفظ "مخلوقات" میں انسان کے سوائے ساری مخلوقات جو ماں باپ کے اتصال سے آجکل پیدا ہوتی ہے وہ بھی شامل ہے۔ مثلاً درندہ۔ چرند۔ پرند۔ حشرات الارض وغیرہ سب چیزیں ماں باپ کے اتصال کے بغیر پیدا ہوئی تھیں۔ تو اُس وقت کی سرشٹی قوانین قدرت کے خلاف تھی جس کا بیان وید کرتے ہیں۔ اِسی طرح نراکار ایشور سے ویدوں کا اُپدیش کیا جانا بھی قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ قانونِ قدرت یہی ہے کہ منہ زبان سے کلام کیا جائے۔ مگر ایشور کا تو کوئی منہ یا زبان ہی نہیں۔ اور آریہ سدھانت کے بموجب خود خدا بھی اپنے مقررہ قوانین قدرت کے خلاف کرنے کی قدرت نہیں۔ پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ پنڈت دیانند جی کے قول کے مطابق سنسکرت کسی ملک کی زبان نہیں (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۴) تو رشیوں نے بغیر سیکھے زبان سنسکرت میں ویدوں کو کس طرح سمجھ اور سیکھ لیا؟ کیا یہ خلاف قانون قدرت نہیں؟ پس یہ ویدک سدھانت کہ ایشور کا بغیر منہ اور زبان اور شبد رشیوں کو ویدوں کا اُپدیش یا ہدایت کرنا اور بغیر سیکھے رشیوں کا سنسکرت زبان میں ویدوں کو سمجھ لینا خدا کے اپنے مقررہ قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ پس کیا اِس شرط کی اِس جُزو کے موافق وید الہامی کتاب رہ سکتے ہیں؟

پھر اِس شرطِ الہام میں ایک اَور بات مطلوب ہے۔ یعنی کہ اُس میں علم طبعی کا بھی ذکر ہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ویدوں میں علم طبعی کے اشارات تو ہیں لیکن وہ باتیں علم طبعی کے خلاف ہیں مثلاً علم طبعی کا ایک اصول یہ ہے کہ سورج ایک جگہ قائم ہے اور زمین اور دیگر سیارے اُس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ مگر رگ وید منڈل ا منتر ۳۵ کی رچہ ۲ میں ساوِتر یعنی سورج کی بابت مرقوم ہے کہ "اِس دُھندلے فضا میں آگے کو بڑھتا ہُوا غیر فانیوں اور فانیوں کو آرام کے لئے لٹاتا ہُوا اپنی سنہری رتھ پر سوار ہو کر ساوِتر یعنی خدا) آتا ہے جو ہر ایک مخلوقات کو دیکھتا ہے"۔ یہی منتر یجر وید ادھیائے ۳۳ ویں کا ۴۳ وا

منتر ہے۔ پھر یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۰ میں مسطور ہے۔ "سورج تن تنہا اکیلا حرکت کرتا ہے"۔ پس ظاہر ہے کہ ویدوں میں اِس شرط کی دوسری بات بھی پائی نہیں جاتی اِس لئے اِس شرط کے مطابق وید الہامی کتابیں نہیں ٹھہرتے کیونکہ اِن کا علم طبعی ناقص ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اُس الہامی کتاب میں روحانی علم بھی ہو۔ مگر تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدک منتروں میں روحانی علم ہے ہی نہیں۔ اُن میں تو ادنیٰ درجہ کی وِدیا ہے۔ چنانچہ منڈک اپنشد کے پہلے منڈک کے پہلے کھنڈ کے ۴ و ۵ منتروں میں لکھا ہے۔ "برہم کے جاننے والے ہم کو بتاتے ہیں دو وِدیائیں جاننے کے قابل ہیں۔ ایک پرا۔ دوسری اَپرا۔ اُن میں سے اَپرا وِدیا ہے رگ وید۔ یجر وید۔ سام وید۔ اتھرووید۔ سکشا۔ کلپ۔ ویاکرن۔ نرکت۔ چھند اور جیوتش۔ پرا وہ ہے جس کے دوارا وہ اکشر (برہم) پایا جاتا ہے"۔

یہاں چاروں ویدوں کو سکشا۔ کلپ۔ ویاکرن وغیرہ ودیاؤں کے برابر شمار کیا ہے اور چونکہ ویدوں میں صرف کرم کانڈ ہے گیان کانڈ نہیں۔ یعنی وہ وِدیا نہیں جس سے "وہ اکشر (برہم) پایا جاتا ہے" یعنی معرفت الٰہی اُن میں پائی نہیں جاتی۔ رُوحانی علم سے خالی ہیں۔ اِسی لئے اُن کو "اپرا وِدیا" میں شمار کیا گیا ہے یعنی اپنھانی علم۔ پھر اُسی اپنشد کے تیسرے منڈک کے ۲ کھنڈ کے منتر ۳ میں لکھا ہے کہ "یہ آتما نہ ویدوں سے پایا جاسکتا ہے۔ نہ عقل سے۔ نہ بہت سُننے سے۔ ہاں۔ جس کو وہ آپ چُن لیتا ہے وہی اُس کو پاسکتا ہے"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آتمک گیان یعنی رُوحانی علم ویدوں میں نہیں ہے۔ وہ تو صرف خدا کے فضل سے ملتا ہے۔ اِسی لئے پرشن اپنشد کے پانچویں پرشن کے منتر ۳ سے ۵ تک کا یہ کہنا کہ "اُس کو رچائیں (یعنی رگ وید کے منتر) منشیہ لوک میں لے جاتے ہیں"۔ یجر منتر انترکش کی طرف چندر لوک میں اُوپر لے جاتے ہیں" جہاں سے اپنے کرموں کا پھل بھوگ کر آتما پھر یونی میں پڑتا ہے درست ہے۔

مگر یہ کہنا کہ "اس کو سام کے منتر برہم لوک کو اُوپر لے جاتے ہیں" درست نہیں کیونکہ اُوپر منڈک اپنشد کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ ویدوں میں اپنھانی علم ہے آنجھانی علم نہیں ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے تو منڈک اپنشد کا کہنا درست نہیں۔ یا کم از کم رگوید یجروید ہی معرفت الٰہی سے خالی ہیں۔ اتھرووید کا بیان ہی نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ چونکہ ویدوں میں روحانی علم نہیں بلکہ جسمانی علم ہے اِس لئے وہ "ایشور کا اصلی سچا الہام" نہیں۔ بناوٹی کتابیں ہیں۔

(ساتھ ہی اِس کے یاد رکھنا چاہئے کہ پنڈت دیانند جی نے جن اپنشدوں کو مستند اور باطنی اور ظاہری علوم کا مخزن قرار دیا ہے اُن میں مذکورہ بالا اپنشد بھی شامل ہیں اِس لئے ان کا بیان بھی مستند ہے۔ پنڈت جی موصوف فرماتے ہیں۔ "دس اپنشد بھی اسی اُپانگ میں شامل ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ اِیش۔ کین۔ کٹھ۔ پرشن۔ منڈک۔ مانڈوکیہ۔ تیتریہ۔ ایتریہ۔ چھاندوگیہ۔ برہدارنیاک"۔ اِن اور دیگر کتب قابل مطالعہ اور مستند کا نام شمار کر کے لکھتے ہیں کہ "تمام ملکر چودہ وِدیا کہلاتے ہیں جن کو حاصل کرنا انسان کا فرض ہے" وغیرہ۔
(رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲)۔

شرط چہارم:۔ الہامی کتاب میں کسی خاص انسان کا بیان یعنی کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہونی چاہئے"۔ یا پنڈت جی مہاراج کے بیان کے مطابق ویدوں میں "پران اور اتہاس" نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "براہمنوں ہی کا نام اتہاس وغیرہ پایا جاتا ہے۔ نہ کہ شریمد بھاگوت وغیرہ کا۔ وجہ یہ کہ براہمنوں میں اتہاس موجود ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ ایک بار دیووں (عالموں) اُسروں (جاہلوں) میں لڑائی ہوئی تھی۔ اور مندرجہ ذیل مقامات پر دُنیا کی ابتدا کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اے عزیز! وہ پرمیشور اِس دُنیا سے پیشتر موجود تھا۔ وہ اپنی ذات سے ایک اور بے عدیل تھا۔" (چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۶) ۔اِس کائنات سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا۔ اور کوئی دوسری (قابلِ تمیز) چیز نہ تھی۔ (اتیتریہ ارنیاک اپنشد ادھیائے ۱ کھنڈ ۱)" بھومکا صفحہ ۵۲، ۵۷)۔ اب اگر الہام کی اِس شرط کے مطابق جس کی توضیح پنڈت جی کی زبانی

بیان کردی گئی ہے ویدوں کا موازنہ کریں کہ آیا وہ الہامی کتابیں ہیں یا نہیں تو ہمیں جواب نفی میں ملتا ہے۔ کیونکہ اُن میں "کسی خاص انسان کا بیان یعنی کوئی قصہ کہانی" یا دیانند جی کے الفاظ میں "اتہاس اور پران" پائے جاتے ہیں۔ مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔ اُوپر کی تعریف کے مطابق پرکھ لینا چاہئے۔ و ہو ہذا۔

"خود بھومکا ہی میں ایسی مثالیں ویدوں سے پائی جاتی ہیں۔ مثلاً"..... تم کو دھرم ہی پر عمل کرنا چاہئے۔ اور ادھرم اختیار نہیں کرنا چاہئے (یہاں نظیر دیتے ہیں) جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحبِ علم و معرفت۔ راستی شعار۔ طرفداری اور تعصّب سے خالی۔ عالم اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق و فائق گذر چکے ہیں۔ مجھ بھاگیہ یعنی بھجن (اطاعت یا عبادت) کرنے کے لائق۔ قادرِ مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل یا میرے بتائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اُسی طرح تم بھی اُسی دھرم کے پابند رہو۔ (رگ وید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۴۹۔ منتر ۲)" (بھومکا صفحہ ۷۴)

"پرکرتی (مادہ کی حالتِ اوّلین) وغیرہ اعلیٰ اور لطیف کائنات اور گھاس مٹی چھوٹے کیڑے مکوڑے وغیرہ ادنیٰ مخلوقات۔ نیز انسان کے جسم سے لے کر آکاش تک متوسط درجہ کی کائنات۔ یہ تینوں قسموں کی دُنیا پرجاپتی (پرمیشور) نے اپنی قدرت یعنی علت سے پیدا کی ہے۔ اس تین قسم کی کائنات کا صانع مستظہرِ کُل پرجاپتی اس کائنات کے اندر ہی سمایا ہوا ہے نہ کہ یہ سہ گانہ کائنات اس پرمیشور کے اندر" (اتھروید کانڈ ۱۰۔ پرپاٹھک ۲۴۔ انوواک ۴۔ منتر ۲۷) (بھومکا صفحہ ۸۵)۔ کیا مذکورہ بالا حوالوں میں "زمانہ قدیم کے صاحبِ علم و معرفت" وغیرہ اتہاس نہیں ہے؟ کیا یہ کسی خاص انسان کا بیان" نہیں؟ جو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے۔ اور تین قسم کی پیدائش کا ذکر نہیں ہے جو "پران اور اتہاس" ہے؟ اور جو اس شرط کی دیانندی تعریفِ مذکورہ بالا

کی مثل ہے۔ پھر لکھا ہے۔

"جس قادرِ مطلق پرمیشور سے رگوید پیدا ہوا اور جس پر برہم سے یجروید ظاہر ہوا۔ جس نے سام وید اور انگیرس یعنی اتھروید کو پیدا کیا۔ اور اتھروید جس کے مُنہ کی بجائے یعنی سب سے مقدم اور سام بمنزلہ پاؤں کے ہے۔ یجروید جس کے ہردے (قلب) کی جگہ۔ اور رگوید پران کی مانند ہے (یہ روپ النکار یعنی مرقع ہے) یعنی جس پرمیشور سے چاروں وید پیدا ہوئے وہ کونسا دیو ہے؟ اُس کو بتائیے۔ (یہ سوال ہے اور اس کا جواب اس منتر کے اگلے ٹکڑے میں اس طرح دیا ہے) مجان کہ مستظہر کُل (سکمبھ) سب دُنیا کا قائم رکھنے والا پرمیشور ہے۔ یعنی سب کی پُشت و پناہ اور سب کے قائم رکھنے والے پرمیشور کے سوائے کوئی دوسرا دیو (عالم) وید کا بنانے والا نہیں ہے" (اتھروید کانڈ ۱۰۔ پرپاٹھک ۲۳۔ انوواک ۴۔ منتر ۲۰) (بھومکا صفحہ ۷۶)

کیا یہ چاروں ویدوں کی پیدائش کا اتہاس نہیں؟ جو خود ویدوں ہی میں ہے؟ کیا ایسا اتہاس یا پران اپنے اندر رکھتے ہوئے وید الہامی پُستکیں ہو سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں ویدوں میں رشیوں۔ مُنیوں اور راجاؤں کے نام اور حسب نسب اور مختصر بیان متفرق مقامات میں منتشر پائے جاتے ہیں جن کے فراہم اور مرتب کرنے سے ان کی مختصر تاریخ اور سوانح عمریاں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دو نام اور اُن کے مختصر بیان یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

وشوامتر ایک قدیم رشی تھا۔ اور راج رشی یعنی کشتریوں میں سے رشی تھا۔ اُس کا نام رگوید میں بار بار آیا ہے۔ لکھا ہے کہ وہ کوشیکا کا بیٹا تھا (رگوید منڈل ۳ منتر ۳۳۔ رچہ ۵) اور بصیغہ جمع اُس کی نسل مراد ہے (ایضاً ۳: ۴۲-۹) ایک جگہ ذکر ہے کہ وشوامتر کو دیوتاؤں نے بڑی دولت اور عمر کی درازی دی تھی (رگوید ۳: ۵۳-۷) اور کہ وہ راجہ سوداس کا پردہت تھا۔ اُس کے ایام میں کوشیکاؤں کے ذریعہ سے

اندر دوست ہوگیا تھا (ایضاً ۳: ۵۳-۹) اس منتر کی رچہ ۱۲ و ۱۳ میں اُس کی ایک پرارتھنا بھی درج ہے۔ رگ وید منڈل ۳ کا ۳۳ واں منتر دو دریاؤں وِپاس اور شُتدر یعنی پنجاب کے دو دریاؤں بیاس اور ستلج کے ساتھ اُس کا مکالمہ درج ہے۔ جس میں وہ اُن دریاؤں کی سُتتی کرتا ہے اور اُن سے درخواست کرتا ہے کہ پایاب ہوجاؤ تاکہ میں ہوم لتا لینے کو پہاڑوں پہ چلا جاؤں۔ دریا جواب دیتے ہیں کہ ہم اندر کا قانون کیونکر توڑ دیں جس کی بارش سے ہم طغیانی پر ہیں۔ اس بات کو سُنکر وِشوامتر اندر کی سُتتی کرتا ہے۔ اندر خوش ہوکر بارش تھما دیتا ہے اور وشوامتر پار ہوجاتا ہے۔ کیا وید منتروں میں وشوامتر۔ کوشیکا۔ سُوردا اس اشخاص خاص کا نام نہیں ہے؟ ستلج اور بیاس دریاؤں کا نام نہیں آیا؟ کیا وشوامتر کی مختصر سی تاریخ مندرج نہیں؟ کیا اس شرط کے مطابق وید الشیور کا الہام ہوسکتے ہیں؟

وِششٹ ایک رشی تھا۔ متر اور ورن سے پیدا ہُوا تھا (رگ وید ۷: ۳۳-۱۱)۔ اندر کی تعریفات اور خدمت کرنے والوں میں سے ایک تھا (رگ وید ۷: ۱۸-۲۱)۔ کھیتوں پر بارش بھیجنے کے لئے اندر سے ایک دُعا کی (رگ وید ۷: ۱۸-۴) اُس کے بیٹے بھی تھے جن کو بصیغہ جمع وِششٹ کہا گیا ہے (ایضاً ۷: ۳۳-۲ و ۳) راجہ سُورداس کے ساتھ اس وقت تھا جبکہ یہ راجا اپنے مخالف دس راجاؤں سے جنگ کر رہا تھا۔ اس طرح وِششٹ اُس کا سردار اور پیشوا بن گیا تھا (۷: ۳۳-۲ سے ۶)۔ وغیرہ یہ چند باتیں رگ وید میں سے وِششٹ کے بارہ میں صرف نمونہ کے طور پر درج کی گئی ہیں۔ ورنہ صرف رگوید ہی میں اس کی مختصر سی نہایت عمدہ تاریخ اخذ ہوسکتی۔ اسی طرح اور رشیوں اور راجاؤں کا بیان مستنبط ہوسکتا ہے۔ یم اور یمی کا مشہور مکالمہ رگوید کے منڈل ۱۰ منتر ۱۰ میں مفصل وارد ہُوا ہے۔ یم اور یمی دو توام بھائی بہن تھے۔ یمی اپنے بھائی یم سے کہتی ہے کہ آ ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہم آغوش ہوں جیسے کہ پیار کرنے

والے خاوند کی طرح اپنی بیوی کو اختیار کر۔ یم جواب دیتا ہے۔ کیا ہم اب وہ کام کریں جو ہم نے قبل ازیں کبھی نہیں کیا۔ کیا ہم جو راستی سے کلام کیا کرتے تھے اب ناپاک گفتگو کریں؟ وغیرہ وغیرہ آخر کار یم ایسا کرنے سے قطعی انکار کردیتا ہے کہ اے یمی تو کسی اور کے ساتھ ہم آغوش ہو اور اُس سے یہ مبارک اتحاد کر۔

ان کے علاوہ اور بہت سے شخصوں شہروں دریاؤں وغیرہ کا نام بیان اور قصہ کہانی ویدوں سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ بخوف طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ پس وید سوامی جی کے بیان کے مطابق "پران اور اتہاس" کے درجہ پر آکر الہامی کتاب ہونے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔

بائبل میں الہام اور الٰہی مکاشفہ ایک شخص کی زندگی میں ظاہر ہُوا۔ چنانچہ مسیحی عقیدہ چند مسائل کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک شخص کی زندگی کے واقعات کا مجموعہ ہے۔ اور مسیحی تھیالوجی (علم الٰہیات) کی بنیاد یہی واقعات ہیں۔ پس بائبل کے الہام کا کمال یہی تھا نہ کسی کتاب کے چند اوراق۔ اس لئے اگر آریہ صاحبان کتابی جھگڑوں کو چھوڑ کر اس شخص کی زندگی پر نیک نیتی سے غور کرینگے تو حقیقی الہام کا راز سمجھ لینگے۔

شرط پنجم: "الہام میں وہ ہدایتیں ہونی چاہئیں جن سے سب کی اعلیٰ بہبودی مقصود ہو۔ اور جو انسان کے لئے نہایت ضروری ہوں۔ وہ کسی خاص گروہ یا متنفس کی طرفداری اور رعایت یا حمایت سے پاک اور سب کے لئے یکساں اور پُر انصاف ہونی چاہئے۔"

اس شرط میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کہ الہام میں سب کی اعلیٰ بہبودی مقصود ہو اور اس کے متعلق ہدایات ہوں (۲) ہر قسم کی طرفداری سے خالی ہو (۳) سب کے لئے یکساں اور پُر انصاف ہو۔ اجمالی طور پر ہم الہام کی اس شرط کی ان تینوں باتوں پر غور کریں۔

یہ شرط واقعی درست ہے لیکن اعلیٰ بہبودی سے کیا مراد ہے؟ اگر اُس سے اخلاقی

سُدھار مراد ہے تو بھلا بتاؤ دُنیا میں کونسی کتاب ہے خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی جس میں بد اخلاقی کی تعلیم درج ہے۔ یا دُنیا میں جس قدر کتابیں الہامی متصور ہوتی ہیں ان میں سے کونسی کتاب انسان کو بد اخلاقی سکھاتی ہے؟ یا ایسی ہدایات اُس میں موجود ہیں جن سے بنی نوع انسان کے درمیان بداخلاقی پیدا ہونے کا احتمال ہو؟۔ ہاں اگر کوئی ایسی کتاب ہو تو واقعی وہ الہامی کہلانے کے لائق نہیں۔ بلکہ اُس کا الہامی ہونا تو درکنار رہا وہ اخلاقی ہدایت نامہ بھی کہلانے کی مستحق نہیں۔ اخلاق مذہب کا جُزو ہے۔ اور ہر امر میں لازمی ہے لیکن اخلاق ایسی کتابوں میں بھی بکثرت موجود پایا جاتا ہے جو الہامی نہیں۔ اُن کی تلاوت سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو کسی مذہب کا پیرو نہ ہو۔ مگر ایک واحد خدا کو مانتا ہو اور ابنائے جنس سے اچھا برتاؤ کرتا ہو وہ اخلاقاً نیک ہے۔ اور لوگوں کو خواہ تحریری ہو خواہ تقریری طور پر نیک ہی ہدایات دیگا۔ فلسفہ افادہ اخلاقی فلسفہ ہے جس میں سوسائٹی کی بہبودی متصور ہوتی ہے آلٹرُوازم جس کی بُنیاد ہے۔ لیکن کیا ایسا شخص ملہم اور اُس کی ایسی تعلیم دینے والی کتاب الہامی کہی جاسکتی ہے؟ اخلاق تو عام بات ہے۔ ہر شخص کم و بیش اخلاقی باتیں اور کام خود بخود کر اور سوسائٹی سے سیکھ کر کرسکتا ہے۔ اِخلاق کے لئے تو الہام کی سورت ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اخلاق ہر ایک کی طبیعت میں ودیعت کردیا ہے۔ تعلیم اور عمل سے وہ اُس کو بڑھا سکتا ہے۔ تربیت سے وہ مجلّٰی ہو جاتا ہے۔ اکیلا اخلاق الہام کی کوئی شرط نہیں بلکہ عام بات ہے۔

پھر اگر "اعلیٰ بہبودی" سے مراد نجات ہو۔ یعنی مَوت کے بعد ہمیشہ کا آرام اور خوشی۔ مَوت سے رہائی اور بقا۔ اور پنڈت جی کے بیان کے مطابق "اعلیٰ مقصد انسانی (موکش) مراد ہے (بھومکا صفحہ ۴۷) تو یہ اور بات ہے اور بیشک موکش اور موکش کا رستہ بتانا ہی الہام کا خاص کام ہے۔ اور ہم اپنے آریہ سماجی بھائیوں سے پُوچھینگے

کہ جب ویدوں میں دس انادی اشیاء مانی گئی ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ جیو اور اُس کے کرم۔ خواہ نیک ہوں یا بد۔ اور اُن کے نتائج موکش اور بندھن یہ سب انادی ہیں۔ آدمی کبھی مکتی اور کبھی بندھن میں متواتر آتا رہیگا۔" بندھ اور مکتی کا غائت انقطاع ہرگز نہیں ہوتا۔ یعنی بندھ اور مکتی ہمیشہ نہیں رہتے" (ستیارتھ پرکاش ۱۷۲ و ۲۷۲)۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ویدک تعلیمات ہیں۔ تو پھر آپ ہی بتائیں کہ "اعلیٰ بہبودی" یا نجات تو ویدوں کے ذریعہ سے حاصل نہ ہوئی۔ بندھ اور مکتی کا چکر تو برابر ہی لگا رہا۔ وہ تو نہ ٹوٹا۔ اور نہ "اعلیٰ بہبودی" یعنی موکش حاصل ہوئی۔ پھر وید کس طرح الہامی ہو سکتے ہیں جب کہ اُن میں "اعلیٰ بہبودی" ہے ہی نہیں۔ ہاں ادنیٰ بہبودی ہوگی سو وہ الہام کی شرط سے خارج ہے۔ کیا جیو اپنی اور اپنے کرموں اور اُن کے نتائج بندھ اور موکش کی ازلیت و ابدیت کو مان کر جو آپ صاحبان کے کہنے کے مطابق ویدک تعلیم ہے کچھ تسلی اور اطمینان پا سکتا ہے؟ کیا ان تعلیمات کو مان کر جیو کی کوئی اعلےٰ بہبودی یعنی نجات مل سکتی ہے؟ پس جس کتاب میں "اعلیٰ بہبودی" ہی ندارد ہے پھر وہ کس طرح سے الہامی ٹھہر سکتی ہے۔

اِس قسم کی تعلیمات ماننے سے تو جیو کے اندر سے پرمیشور کا ڈر ہی اُڑ جاتا ہے کیونکہ جب جیو کے کرم اور اُن کے پھل انادی کال سے اسی طرح سے ملتے رہے اور مل رہے ہیں اور برابر ملتے رہینگے بندھن کا "غائت انقطاع" ہی نہیں اور نہ ہی ایشور اُس کا "غائت انقطاع" کرسکتا ہے تو پھر جیو اور ایشور کا کیا تعلق؟ جیو ایشور سے فائدہ ہی کیا اُٹھا سکتا ہے؟ اُس کے لئے تو ایسا پرمیشور ہوا نہ ہوا برابر۔ نہ اُس سے بندھ کا ڈر نہ موکش کی اُمید۔ ایشور خود مجبور ہے۔ وہ جیو کے بندھن کو توڑ ہی نہیں سکتا۔ کیوں؟ ازلی چیز جو ہوئی۔ ایشور کے ہدایات دینے سے فائدہ ہی کیا؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ازلی کرموں پر جیو اور کرموں کا اضافہ کرے یا اُن میں سے کچھ کم کردے۔

اگر خدا جیو کا اخلاقی حاکم ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر خدا تو اخلاقی حاکم ہی نہیں۔ کیا کوئی سماجی بھائی بتا سکتا ہے کہ پرمیشور جیو کا اخلاقی حاکم کیوں اور کب اور کس طرح بن گیا؟ جب جیو کو پیدا نہ کرنے کے سبب سے اُس کا طبعی مالک اور مختار نہیں بن سکتا تو اُس کا اخلاقی حاکم ہونا تو دُور ہے۔ جب جیو کے ساتھ اس کا اخلاقی تعلق ہی نہیں تو وہ بھلا اخلاقی ہدایات ہی کیا دیگا؟ اور کس طرح بنی نوع انسان کی "اعلیٰ بہبودی" کے لئے ہدایات دے سکتا ہے؟ یہ عجیب منطق کہ ایشور کا جیو کے ساتھ تعلق تو کچھ بھی نہیں اور دے وہ اُنہیں "ہدایتیں"۔ اور وہ بھی "اعلیٰ بہبودی" کے لئے۔ الغرض جس کتاب میں نیوگ جیسی ناپاک تعلیم ہو اور یہ سکھایا جائے کہ جیو ازلی ہے اور اس کے کرم اور پھل بھی ازلی ہیں اُن میں انسان کی "اعلیٰ بہبودی" کے لئے ہدایات بھی کیا ہو سکتی ہیں۔

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور ستیارتھ پرکاش اور بھومکا میں بھی لکھا ہے کہ روزمرہ ہَوَن کرنا ویدک ہدایات ہیں۔ اور مرتک کا داہ کرم یعنی مُردے کو جلانا بھی ویدک دھرم ہے اور اس کے متعلق ہدایات بھی ویدک ہیں۔ مگر ہَوَن کرنے کے لئے گھی کستوری اور دیگر سامگری لازمی ہیں جن کا خرچ آج کل کے نرخ کے مطابق آٹھ دس روپیہ ماہوار سے کیا کم ہوگا۔ یا مرتک سنسکار میں آجکل کے بھاؤ سے کس قدر گھی خرچ ہوگا۔ یا نیوگ کرنے کے وقت جسم کو چپڑنے کے لئے صرف ایک دفعہ کے واسطے کس قدر گھی کی ضرورت ہوتی ہوگی؟ تو بھلا بتائیے کہ ان امور کے متعلق ویدوں کی ہدایات کہاں تک پاک اور انصاف پر مبنی ہونگی؟ اور کس طرح اُن سے انسان کی "اعلیٰ بہبودی" متصور ہو سکتی ہے؟ اُمراء تو خیر طوعاً و کرہاً اس قدر اخراجات کی برداشت کر لیں تو کچھ بڑی بات نہیں مگر عوام الناس اور غربا کا بھلا ٹھکانہ کہاں؟ وہ محنت و مشقت کر کے آپ کھائیں بچوں کو پالیں رشتہ داریاں چلائیں کیا کریں؟ اس میں تو خاص گروہ امرا کی طرفداری اور رُو و رعائت ہوئی عوام الناس کا تو فائدہ نہ ہوا۔ "اعلیٰ بہبودی"

تو در کنار عامہ بہبودی بھی بر نہ آئی۔ پس ظاہر ہے کہ اس شرط کے مطابق بھی وید الہامی نہیں ٹھہر سکتے۔

بائبل نے اِس اصول کو واضح کر دیا اور بتایا کہ "ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے۔ تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی تاکہ مرد خدا کامل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے (۲ تمتھیُس ۳: ۱۶ و ۱۷)۔ جنہوں نے بائبل کی تلاوت کی ہے وہ اپنے تجربے سے اِس کی تصدیق کر سکینگے۔ اِس لئے ناظرین سے یہ التماس ہے کہ بائبل کا مطالعہ کرو تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا علم حاصل ہو۔

شرطِ ششم "اِس کی سب باتیں دوامی یعنی سب زمانوں میں یکساں اثر رکھنے والی اور کبھی منسوخ رَد یا بے اثر نہ ہونے والی ہونی چاہئیں"۔ جب ہم اِس شرط کو زیرِ نظر رکھکر ویدوں کے بارے میں موجودہ حالات پر غور و فکر کرتے ہیں اور اُن کے مطالعہ رواج اور اثرات کا موازنہ کرتے ہیں تو تاریخ تجربہ اور مشاہدہ ثابت کر رہے ہیں کہ ویدوں کی ہستی دُنیا میں آج کیسی کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ دُنیا میں وہ آج بے اثر اور رَد ہو چکے ہیں۔ اُن کی جگہ بائبل اور قرآن نے لے کر اُن کو منسوخ کر دیا ہے۔ جو لوگ وید وید پکار رہے ہیں اُنہیں کو دیکھ لو۔ اُن پر ویدوں نے کہاں تک اثر کیا ہوا ہے؟ ویدوں کے عالم یا کم از کم پڑھنے والے ہی کتنے ہیں؟ دُور کیوں جاتے ہو پنڈت دیانندجی اور اُن کے چیلوں ہی کی سُن لو کہ وہ ویدوں کے رَد اور بے اثر ہونے اور اُن کے دوامی نہ ہونے پر خود ہی شاہد اور ماتم کُناں ہیں۔ چنانچہ رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کا مترجم اپنے دیباچہ کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے: "جو زمانہ آجکل عموماً ویدوں کی پیدائش کا خیال کیا جاتا ہے وہ در اصل ویدوں کے رواج بند ہونے کا زمانہ ہے" "مہابھارت کے بعد جب سے ویدوں کا رواج بند ہوا تب سے

اب تک برابر دُنیا پر آفتیں نازل ہو رہی ہیں"۔ اور پنڈت دیانند جی مہاراج بھی بکمال اطمینان رطب اللسان ہیں کہ "پانچ ہزار برس سے پہلے سوائے ویدک دھرم کے کوئی اَور دُوسرا مذہب نہ تھا۔ ... مہابھارت کا جنگِ عظیم ویدوں کے رواج کی عدم موجودگی کے باعث ہُوا۔ اِن کی اشاعت ہوجانے کے باعث جہالت کی تاریکی زمین پر چھاگئی"۔ (ستیارتھ پرکاش مترجمہ رادھاکشن صفحہ ۳۴۰)۔ نہیں بلکہ ویدوں کے بے اثر اور رَدّ ہوجانے کی تاریخ اِس سے بھی پہلے بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ "اِس بگاڑ کی بنا جنگ مہابھارت سے ایک ہزار سال پہلے قائم ہوئی تھی" (ایضاً صفحہ ۳۵۹) حتّٰی کہ برہمنوں ہی نے اُن کو بے اثر سمجھکر منسوخ اور ردّ کردیا۔ چنانچہ پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "جب برہمن علم سے بے بہرہ ہوئے تب چھتری ویش اور شودروں کے بے علم ہونے میں باقی کیا رہا۔ قدیم سے وید وغیرہ شاستروں کا بامعنی پڑھنے کا رواج تھا وہ بھی چھوٹ گیا"۔ اگر پُوچھا جائے کیوں چھوٹ گیا؟ تو جواب اس کے سوائے اَور کیا ہو سکتا ہے کہ برہمنوں وغیرہ نے باوجود اِس قدر محنت اور مشقّت سے ویدوں کو بامعنی پڑھنے اور سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کے اُن کو غیر مفید اور بے اثر پاکر پہلے بامعنی چھوڑا اور "صرف روزگار کی خاطر پاٹھ ماتر (صرف طوطے کی طرح پڑھنا) برہمن لوگ پڑھتے رہے" (ایضاً صفحہ ۳۵۵) آخر ہندوؤں ہی میں سے نکلے ہوئے جینیوں نے اُن کو بالکل بے سُود اور بے اثر سمجھکر ردّ کردیا۔ جیساکہ سرسوتی جی فرماتے ہیں۔ "آریہ ورت میں اس طرح تین سو برس تک جینیوں کا راج رہا۔ لوگ ویدوں کا اصل مطلب وغیرہ سمجھنے سے محروم ہوگئے۔ یہ قریباً اڑھائی ہزار برس کی بات ہے"۔ "اُنہوں نے ویدوں کے پڑھنے پڑھانے یگیہ پویت اور برہمچریہ وغیرہ کے (پاک) اصولوں کو بھی اُڑا دیا۔ جہاں جتنے وید وغیرہ کُتب مقدسہ پائیں "تلف کردیں۔ آریوں پر بھی بہت سا ظلم کیا اور اُن کو ایذا پہنچائی"۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۶۶ و ۳۶۷) اور آج ویدوں کا اس قدر رواج بند ہوگیا کہ

اب صرف اُن کے نام کے سوا بہت ہی تھوڑے لوگ اُن سے واقف ہیں۔ اور جو اُن سے واقف ہیں اُن پر بھی اُن کا کچھ اثر نظر نہیں آتا۔ کوئی اُن کو پڑھکر اخلاقی یا رُوحانی حتّٰی کہ دُنیاوی فائدہ بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ دُنیا میں اَب ایسے موجود ہیں جیسے لاشۂ بیجان جو کفن میں لپٹا پڑا ہو۔ جس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اب کسی مصرف کے نہ رہے۔ وہ اپنی زبانِ حال سے بتا رہے ہیں کہ اُن کی "باتیں دوامی یعنی سب زمانوں میں اثر رکھنے والی" ہرگز نہیں۔ اور اسی لئے "منسوخ ردّ یا بے اثر" پڑے ہیں۔ زمانہ شاہد ہے۔ مہابھارت یا رامائن یا بھاگوت گیتا یا کسی اَور کتاب کی کتھا تو ضرور ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے۔ مگر ویدوں کی کتھا کا نام ونشان نہیں ملتا۔ یہانتک کہ آریہ سماجوں میں بھی ویدوں کی کتھا کبھی سُننے میں نہیں آئی۔ اور ایسا ہونا بھی کیوں نہ جبکہ خود "تجربہ نے ثابت کردیا ہے کہ ہندی بھاشہ نہ جاننے کی وجہ سے پچانویں فیصدی ممبرانِ آریہ سماج سوامی جی کی تصنیفات کے فیض سے محروم ہیں" (رادھاکشن مہتہ کا دیباچہ صفحہ الف) لیجئے جناب جب خود آریہ سماج میں صرف پانچ فیصدی ایسے ہیں جو صرف ہندی بھاشا ہی جانتے ہیں تو ویدوں کا جاننا تو درکنار جبکہ "سنسکرت کو سمجھنے کے لئے تمام عمر اُس کے مطالعہ میں صرف کرنے کی ضرورت ہے" (رگویدادی بھاشیہ بھومکا کے اُردو ترجمہ پر بابو نہال سنگھ صاحب کا دیباچہ صفحہ ۶ و ۷) پس ظاہر ہے کہ اس شرط کے مطابق بھی وید الہامی کتابیں قرار نہیں دیے جاسکتے

بائبل نے جو اثر دُنیا پر کیا ہے اور کر رہی ہے وہ روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے۔ بائبل کے پڑھنے والوں کا مقابلہ وید خوانوں سے کرکے دیکھو ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا زمین وآسمان کا فرق نظر آئیگا۔ لیکن اسکے لئے چشم بصارت کی ضرورت ہے

شرطِ ہفتم "ان کی صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش ایسی ہونی چاہئے جو شانِ ایزدی کے شایاں ہو اور انسان کی تصنیف سے تمیز ہوسکے"۔ اِس شرط پر فکر کرنے سے پہلے جو سوال فوراً پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" کا معیار کیا ہے جس سے ہم "شانِ ایزدی کے شایاں" تصنیف اور "انسان کی تصنیف" کے درمیان تمیز کرسکیں اور کہہ سکیں کہ دیکھو "شانِ ایزدی کے شایاں" والی تصنیف

ہیں یہ باتیں ہیں اور جو "انسان کی تصنیف" میں نہیں پائی جاتی ہیں اور نہ ہی اُس میں ہو سکتی ہیں۔ یہاں یاد رکھنا چاہیئے کہ جس معیار سے ہم نے اِن دونوں قسموں کی کتابوں کو پرکھنا ہے وہ اِن دونوں کتابوں سے علیحدہ اور باہر سے آنا چاہیئے نہ کہ اِن دونوں قسموں کی کتابوں میں سے کسی ایک میں سے باتیں لے کر بنا لیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائیگا تو بالضرور وہ باتیں دوسری کتاب میں پائی نہ جائینگی۔ اور یہ طریقہ معیار سازی کا غلط ہوگا۔ پس "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" کا معیار خود خدا بتائے جس سے ہم دونوں قسموں کی کتابوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر سکیں کہ فلاں کتاب الہامی ہے اور فلاں نہیں۔ جب تک کوئی ایسا معیار پیش نہ کیا جائے اور اس کے مطابق ویدوں کا موازنہ نہ کیا جائے تب تک اِس شرط کا استعمال درست نہیں۔ ہم اپنے سماجی بھائیوں سے وہ معیار طلب کرتے ہیں۔ اگر ویدوں کی "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" "شانِ ایزدی کے شایاں" ہے تو قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا دعوےٰ بھی درست ہوگا۔ اور قدیم یونانی شاعروں اور انگریزی شاعروں کی منظومات کی "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" بھی "شانِ ایزدی کے شایاں" ہوگی۔ کیونکہ اُن کو بھی بے مثل بتایا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اپنے اپنے لئے "نمونہ پرمان" ہیں۔

پھر جب ہم اِس شرط کے مقابل میں اپنے سماجی بھائیوں کی سنسکرت دانی کو رکھتے اور اُس کی حقیقت کا موازنہ کرتے ہیں تو حیرت اور تعجب کے سوائے ہمارے پلّہ کچھ بھی نہیں پڑتا۔ سمجھ نہیں آتی کہ جب "سنسکرت کسی ملک کی زبان ہی نہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۰) اور پھر "سنسکرت کی مروجہ کتابیں پڑھنے سے وید سمجھ میں نہیں آسکتے"۔ "سنسکرت کو سمجھنے کے لئے تمام عمر اُس کے مطالعہ میں صرف کرنے کی ضرورت ہے"۔ (بھومکا بر دیباچہ نہال سنگھ صفحہ ۱۶ و ۱۷) اور طرہ اس پر یہ کہ سنسکرت جاننا اور صرف سوامی جی ہی کی تصنیفات کو سمجھنا درکنار ہمارے اکثر بھائی عام ہندی بھاشہ بھی

نہیں جانتے۔ چنانچہ ماسٹر رادھا کشن مہتہ اپنے ترجمہ ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں کہ "تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندی بھاشہ نہ جاننے کی وجہ سے پچانوے فی صدی ممبران آریہ سماج سوامی جی کی تصنیفات کے فیض سے محروم ہیں" (صفحہ الف) اور اِس پر طرہ یہ کہ خود پنڈت دیانند جی کی سنسکرت دانی کا یہ عالم ہے کہ خود اپنی ہی سنسکرت کا بھاشہ میں صحیح ترجمہ نہیں کر سکے تو بھلا ویدوں کی زبان کا ترجمہ اور پھر "اُن کی صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" کا جاننا اور اُن کا بیان کرنا ان کی دسترس میں کہاں تھا۔ چنانچہ بابو نہال سنگھ صاف سوامی جی کی سنسکرت فہمی کا نقشہ یُوں کھینچتے ہیں کہ "یہ بھاشہ کا ترجمہ اصلی سنسکرت کا پُورا ترجمہ نہیں ہے کیونکہ اکثر سنسکرت کی عبارت کا مختصر مطلب بیان کر دیا ہے اور بعض جگہ عبارت کی شرح اصل سے زیادہ بھی کر دی ہے۔ اور چند مقامات پر ترجمہ اصل کے خلاف بھی پایا جاتا ہے" حتّٰی کہ مترجم کو مجبوراً یہ کہنا پڑا ہے کہ "یہ ترجمہ نہ صرف اصل کے خلاف ہے بلکہ اس سے بالکل سدھانت ہی بدل جاتا ہے (بھومکا بر دیباچہ صفحہ ۹۲)۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ پنڈت دیانند جی سے لے کر آج تک کے ہمارے آریہ سماجی بھائیوں نے کس طرح ویدوں کی "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" کو سمجھ لیا اور پھر ایسا سمجھ لیا کہ اُن کو "شانِ ایزدی کے شایان" اور انسانی تصانیف کی شان سے برتر اور خاص، ہونا دریافت کر لیا۔ مزید تعجب اِس پر یہ کہ جب خود پنڈت جی مہاراج اور اُن کے مقلدین دیگر کُتب الہامی کی نہ صرف صَرف و نحو۔ علم بیان۔ علم بدیع اور فصاحت و بلاغت۔ یعنی "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" ہی سے بلکہ زبان ہی سے نابلد ہیں تو کس طرح اُنہوں نے معلوم کر لیا کہ دیگر الہامی کُتب میں ایسی "صنعت اور الفاظ اور معنی کی بندش" نہیں جو "شانِ ایزدی کی شایان ہے" اور پھر جب اُن کے پاس نہ ویدوں کو اور نہ دیگر کُتب الہامیہ کو اس صیغہ میں جانچ کرنے کے لئے کوئی معیار ہی ہے تو پھر ویدوں کی بابت ایسا دعوےٰ کرنا اور دوسری کُتب الہامیہ کی بابت ایسے دعوے سے اِنکار کرنا زٹل نہیں تو اَور کیا ہو سکتا ہے پس ظاہر ہے کہ بلا دلیل ایسا دعوےٰ

کرنا اور اس دعویٰ کی بنا پر ویدوں کو الہامی قرار دینا بالکل غلط اور لایعنی امر ہے۔ کسی امر نامعلوم اور ناقابلِ دریافت کو اپنے کسی دعویٰ کی دلیل گرداننا محققین کا شیوہ نہیں ہے۔

شرطِ ہشتم۔ "وہ بنفسہٖ مکمل ہو اور تکمیل کے لئے محتاج بالغیر نہ ہو۔ بلکہ اور سب اپنی صداقت اور تکمیل کے لئے اُس کی محتاج ہوں"۔ تعجب آتا ہے کہ جب سنسکرت دانی نہیں نہیں۔ ہندی بھاشہ جاننے والوں کا یہ عالم ہے کہ ممبران آریہ سماج میں پچانوے فیصدی ایسے اشخاص ہیں جو ہندی بھاشہ نہ جاننے کے سبب سے سوامی جی ہی کی تصنیفات سے فیض حاصل کرنے سے محروم ہیں تو اُنہوں نے ویدوں میں کیا دیکھا ہوگا جو کہدیا کہ وید بنفسہٖ مکمل ہیں۔ کسی کتاب کے کمال و زوال کو تو وہ جانے جو خود اُس کتاب کے "مضمون، صنعت الفاظ اور معنی کی بندش" سے خوب واقف اور ماہر ہو اور دوسری کتابوں کے مضمون، صنعت۔ الفاظ اور معنی کی بندش سے بھی خوب واقف ہو۔ اور ساتھ ہی اُس کے پاس ایسا خاص معیار ہو جس کے مطابق وہ دونوں کا موازنہ اور مقابلہ کرکے دیکھ لے۔ اور تب صحیح فیصلہ دے سکے کہ وید فی نفسہٖ مکمل ہیں یا دوسری کتابیں۔ مگر جبتک کوئی ایسا وصف نہ رکھتا ہو تب تک اُس کا ایسا فیصلہ دینا فضول اور غیر معتبر ہوگا۔

رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا (صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲) میں پنڈت دیانند جی سرسوتی کہتے ہیں کہ "چار وید معہ ساکھاؤں اور تفسیروں کے (یعنی چاروں برہمنوں کے) اور چار اُپ وید اور چھ وید انگ جس میں چھ اُپانگ بھی شامل ہیں تمام ملکر چودہ ودیا (علوم) کہلاتے ہیں جن کو حاصل کرنا انسان کا فرض ہے۔ یہ یقین جاننا چاہیے کہ اُن کے پڑھنے سے علم کامل ہو جاتا ہے اور تمام باطنی اور خارجی اور عمل کا انکشاف ہو کر انسان مہا ودوان (عالم فاضل) بن جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان چودہ علوم سے علم کی کمالیت اور باطنی و خارجی ہر دو اقسام کے علم اور عمل کا انکشاف ہوتا ہے۔ اگر صرف وید ہی پڑھے جائیں تو اُن سے کمالیت باطنی اور خارجی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ان چودہ علوم کی جزو ہیں پس چاروں وید بنفسہٖ مکمل نہیں کیونکہ جب اثر ناکامل ہے تو اس کا سبب ضرور ناکامل ہوگا کیونکہ سبب اور اثر (یعنی کارن اور کاریہ) میں سموائی سمبندھ (علاقہ لازم ملزوم) ہوا کرتا ہے۔ ہاں اگر اقتباس مذکورۃ الصدر کے مطابق چاروں ویدوں کے ساتھ باقی کی دس ودیائیں بھی ملائی

جائیں اور آدمی سب کا خوب ماہر ہو جائے تو پھر کمال حاصل ہو جاتا ہے اس سے دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چار وید باقی کی دس ودیاؤں کے محتاج ہیں۔ اور اُنکی صداقت اور تکمیل کا انحصار ان دسوں علوم پر ہے پس وید اپنی تکمیل کے لئے محتاج بالغیر ٹھہرے۔

پھر جب اپنشدوں میں چاروں ویدوں کو شکشا۔ کلپ وغیرہ ودیاؤں کے برابر قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ اُن میں صرف کرم کانڈ ہے گیان کانڈ نہیں ہے۔ یعنی معرفت الٰہی اُن میں نہیں ہے۔ اس لئے اُن کو "اپرا ودیا" میں شمار کیا گیا ہے۔ یعنی اینجہانی علم۔ جیسا کہ ہم شرط سوم میں اُس کا بیان کر آئے ہیں۔ تو پھر اُن کے بنفسہٖ غیر مکمل ہونے میں اور اپنی تکمیل کے لئے "محتاج بالغیر" ہونے میں شک ہی کیا رہا۔ پھر پرشن اپنشد کے اس بیان سے کہ آدمی کو رچائیں یعنی رگوید کے منتر منشیہ لوک میں لے جاتے ہیں اور یجر منتر انترکش کی طرف چندر لوک میں اُوپر لے جاتے ہیں اور سام کے منتر برہم لوک میں لے جاتے ہیں (جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں دکھا آئے ہیں)۔ اس سے ظاہر ہے کہ چاروں (یہاں تین ویدوں کا ذکر ہے) ویدوں میں سے ایک بھی مکمل بنفسہٖ نہیں۔ کیونکہ دو وید تو آدمی کو برہم لوک سے ورے ہی ورے کی سیر کرواتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں آواگون ہی کے چکر میں مختلف یونی کی سیر کرواتے ہیں۔ تیسرا البتہ برہم لوک کو لے جاتا ہے۔ چوتھے کا نام و نشان نہیں۔ کیا پہلے دو وید اپنی تکمیل کے لئے تیسرے کے محتاج نہیں ہیں؟ اور کیا چوتھے وید کے بغیر یہ تینوں وید مکمل ہیں؟ کیا چاروں وید آپس میں ایک دوسرے کے محتاج نہیں؟ شاید یہ کہا جائے کہ ایک وید نہیں بلکہ چاروں وید ملکر ایک وید ہے اور وہ بنفسہٖ مکمل ہے۔ اور چاروں وید اُس ایک کے اجزا ہیں۔ تو پھر کیا ہم یہ کہنے کے مجاز نہ ہونگے کہ جس کے اجزاء ناکامل وہ کل ناکامل؟ کیونکہ فرض کرو کہ کسی بیماری کے نسخہ میں بعض اجزاء ایسے ہیں جو خراب ہیں یا پُرانے ہیں یا بوسیدہ ہیں اور بعض اچھے بھی ہیں اور جب کل نسخہ ان اجزاء سے تیار کیا جائیگا تو کیا وہ نسخہ کامل بنا ہوا کہلائیگا اور اُس کا نتیجہ مرض سے مریض کو شفا دینا ہوگا؟ کیا اس کے برعکس نہ ہوگا؟ الغرض اس شرط سے بھی وید الہامی نہیں ٹھہرتے۔

پھر کہا جاتا ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے۔ کیا جن لوگوں نے آج دُنیا میں باطنی اور خارجی علوم میں کمال حاصل کیا ہے اُنہوں نے ویدوں ہی سے حاصل کیا ہے؟ اغلب ہے بلکہ یقین ہے کہ باطنی اور خارجی علوم میں کمال حاصل کرنے والوں میں سے کوئی بھی ویدوں کا عالم نہ ہوگا یا کم از کم ویدوں کو جانتا ہی ہوگا۔ آج تک ہم نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا کہ جو کمال اُس کو حاصل ہؤا ہے وہ ویدوں سے ہؤا ہے۔ ذرا اس دعوے کے مدعی ہی بتائیں کہ اُن میں سے جن کو کسی قسم کا کمال حاصل ہؤا ہے وہ ویدوں ہی کا ظہور ہے۔ المختصر اس شرط سے بھی وید الہامی نہیں ٹھہر سکتے۔ اور نتیجہ ان اوراق کا یہ ہے کہ خود آریہ سماج کی مقرر کردہ آٹھ شرائطِ الہام سے ہی وید الہامی ثابت نہ ہوئے۔ اس کے علاوہ ٹریکٹ چاروں ویدوں کی بابت سوامی دیانند جی کا "فیصلہ" دیکھو۔ جو اس سلسلہ کا جُدا رسالہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان گنہگار ہے۔ خدا گنہگار انسان کو بچانا چاہتا ہے۔ کیونکہ "وہ کسی گنہگار کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ رجوع لائے اور جیے۔ ایسے گنہگاروں کو اس دعوت کی ضرورت تھی کہ کوئی اُن کو یہ کہے "اَے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ میں تمہیں آرام دوں گا۔" (بائبل) الہامِ الٰہی کی غرض یہی تھی کہ گنہگار انسان نجات پائے اور خدا کی حضوری کے لائق ہو جائے۔ ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کونسی الہامی کتاب سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

تمام شُد